مولانا عبدالرحمان عتیق رحمۃ اللہ علیہ

ہر انسان جو اس دنیا میں آیا ہے، اُس نے ایک دن ضرور ہی اس دنیا سے کوچ کرنا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تمیز نہیں ہے کہ کوئی امیر ہے یا غریب، بادشاہ ہے یا عام آدمی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کے اس دنیا سے جانے سے انتہائی صدمہ ہوتا ہے اور دل میں خیال آتا ہے کہ کاش یہ کچھ دن اور جی لیتے —— ایسی ہی شخصیات میں سے ایک مولانا عبدالرحمان عتیق خطیب جامع مسجد اہلحدیث ثنائیہ وزیرآباد بھی تھے، جن کے انتقال سے جماعت اہلحدیث اور اہالیانِ وزیرآباد وسوہدرہ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان پر یہ مثال صادق آتی ہے:

"موتُ العالِم موت العالَم"

مولانا عبدالرحمان عتیق ایک بلندپایہ عالم، شعلہ نوا خطیب محقق، دانشور اور مؤرخ تھے۔ علومِ اسلامیہ کے متبحر عالم۔ تفسیر، حدیث اور تاریخ پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا۔ قدرت کی طرف سے ایک دردمند دل اور روشن دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے، حافظہ بہت قوی تھا۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایۂ علم تھا، علومِ دینی کے ساتھ ساتھ برِصغیر کی سیاسی تاریخ سے بھی انہیں مکمل آگاہی حاصل تھی۔ برِصغیر میں جن علمی، دینی اور سیاسی تحریکات نے جنم لیا، ان کی مکمل تاریخ سے نہ صرف واقف تھے، بلکہ ان کے پس منظر سے بھی واقف تھے اور یہ صرف اُن کے وسیع المطالعہ ہونے کی وجہ سے تھا۔ ان کے مطالعہ میں علمائے قدیم کی کتابیں بھی رہتی تھیں، اور زمانہ حاضر کے مصنفین کی کتابیں بھی اکثر ان کے مطالعہ کی میز پر نظر آتی تھیں۔ علمائے قدیم میں شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی کتابیں، جبکہ زمانہ قریب کے مصنفین میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا مودودی رحمہ اللہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے۔

مصلحینِ امّت میں امام احمد بن حنبلؒ، امام ابنِ تیمیہؒ، مجدد الفِ ثانیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، شاہ اسمٰعیل شہید دہلویؒ اور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اور زمانہ قریب کے علمائے کرام میں مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ سے انہیں عقیدت و محبت تھی۔

میرا ان سے تعلق ۱۹۷۴ء سے تھا، جب میں لاہور سے تبدیل ہو کر وزیر آباد آیا۔ ان سے ہفتہ میں ضرور ایک دو بار ملاقات ہوتی، اور گھنٹہ دو گھنٹہ نشست ہو جاتی تھی۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:

"ان جیسا عالم برِّصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ ان کی تفسیر ترجمان القرآن، تذکرہ، اور انسانیت موت کے دروازے پر کئی دفعہ پڑھی ہیں۔ ترجمان القرآن میں آپ نے جو تفسیری نکات بیان کیے ہیں، ان سے عصرِ حاضر کا مفسر بالکل ہی نابلد ہے، اور ان کی کتاب "تذکرہ" تو اُردو ادب کا شاہکار ہے۔ باقی رہی ان کی کتاب "انسانیت موت کے دروازے پر" تو اس کتاب کا تو میں عاشق ہوں۔ میں نے یہ کتاب کئی بار پڑھی ہے اور اپنے دوستوں میں درجنوں کے حساب سے تقسیم کی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔"

مولانا سیّد سلیمان ندویؒ کے بارے میں مولانا عبدالرحمان عتیقؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ان جیسا مورخ اور محقق برِّصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ جس شخص کی تحقیق کی مغربی مستشرقین نے تعریف کی ہے، اس سے اس کے علم و فضل کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان کی تصنیفات میں سے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرتِ عائشہؓ، تاریخ ارض القرآن اور خطباتِ مدارس سے بہت زیادہ متاثر ہوں۔ سیّد صاحب نے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے، وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں سیّد صاحب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ کہا کرتے تھے، میں نے یہ کتاب اپنے دوستوں میں تقسیم کی ہے۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم کے بارے میں مولانا عبدالرحمان عتیقؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"مجھے مولانا عطاء اللہ حنیف سے بہت محبت اور عقیدت ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مولانا عطاء اللہ مرحوم میرے والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ہی کی تحریک پر مجھے والد صاحب نے دارالعلوم اوڈانوالہ میں داخل کرایا۔

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ سے محبت و عقیدت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان جیسے ٹھوس اور محقق عالم جماعت اہلحدیث میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔ جملہ علومِ اسلامیہ پر ان کی گہری نظر ہے۔ حدیث اور اسماء الرجال پر ان کو کافی عبور حاصل ہے۔ اور اس کا ثبوت ان کی تصنیفات میں سے شرح سنن نسائی اور امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام ابن تیمیہؒ پر ان کے حواشی و تعلیقات سے مہیا ہوتا ہے۔ جب میں نے "امام ابن تیمیہؒ" کا مطالعہ کیا تو میں حیران رہ گیا کہ اس شخص کا مطالعہ اس قدر وسیع ہے۔"

"یہ غالباً ۱۹۵۷ء کی بات ہے، جب میں نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان دیا۔ امتحان سے فراغت کے بعد مولانا عطاء اللہ صاحبؒ سے ملا تو فرمانے لگے:

"مولانا عبدالرحمان! اگر آپ اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ دینِ اسلام کی صحیح سمجھ آجائے" تو شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ، حافظ ابن القیمؒ اور حافظ ابنِ حجرؒ کی تصنیفات اپنے مطالعہ میں رکھو۔"

اور میں آج تک مولانا عطاء اللہ مرحوم کی نصیحت پر عمل کر رہا ہوں۔ میں نے امام ابنِ تیمیہؒ کی جو کتابیں پڑھی ہیں، ان میں منہاج السنۃ، الجواب الصحیح، اختیارات العلمیہ، کتاب النبوات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے رسائل تو یاد نہیں کہ کتنے پڑھے ہیں۔

حافظ ابن القیمؒ کی تصنیفات میں زاد المعاد، اعلام الموقعین، مدارج السالکین، الطرق الحکمیہ، الوابل الصیب، اور قصیدہ نونیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حافظ ابنِ حجرؒ کی فتح الباری شرح بخاری کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے اور حافظ ابنِ کثیر کی تفسیر ابنِ کثیر اور البدایہ والنہایہ میں نے مکمل پڑھی ہیں۔ تفسیر ابنِ کثیر کا میں نے تین بار مطالعہ کیا ہے۔

مولانا عبدالرحمان عتیق جماعت اہلحدیث کے دو ممتاز علمائے کرام حضرت مولانا

حافظ محمد محدّث گوندلوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفی سے بھی والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔

مولانا حافظ محمد محدّث گوندلوی کے بارے میں مولانا عبدالرحمان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اُن جیسا وسیع المطالعہ عالم میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے ان سے اس لیے محبت ہے کہ وہ میرے استاد ہیں۔ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم سے اس لیے محبت ہے کہ انہی کی تحریک میں وزیرآباد آیا۔ اور اس مسجد میں میری تقرری ہوئی جہاں نصف صدی تک مولانا حافظ عبدالمنان محدّث وزیرآبادی نے قرآن و حدیث کا درس دیا۔

مولانا عبدالرحمان عتیق ۱۹۶۳ء میں مسجد اہلحدیث عثمانیہ وزیرآباد کے خطیب مقرر ہوئے، اور اپنے انتقال ۱۹۹۵ء تک اسی مسجد سے وابستہ رہے۔ اس ۳۲ سالہ دور میں آپ نے وزیرآباد اور اس کے قرب و جوار میں اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنّت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کا وعظ بڑا پُراثر ہوتا تھا، سامعین آپ کا وعظ سُن کر زار و قطار روتے تھے۔

مولانا عبدالرحمان عتیق کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ساری عمر بازار نہیں گئے، آپ کے پاس لوگ جوق در جوق آکر دینی، معاشرتی اور نجی مسائل میں رہنمائی حاصل کرتے تھے اور آپ انہیں بڑے خلوص سے مفید مشورے دیتے تھے۔ اس حلقہ احباب کے وسیع ہونے کا اندازہ آپ کا جنازہ دیکھ کر ہوا۔ جمعہ ۲؍جون ۱۹۹۵ء کو آپ کا انتقال ہوا، ہفتہ کے روز وزیرآباد کے تمام بازار بند ہو گئے۔ سکول اور کالج بھی بند ہو گئے اور جنازہ میں تیس ہزار سے کم آدمی نہ تھے

مولانا عبدالرحمان عتیق بہت زیادہ خود دار، ملنسار، خوش ذوق اور متواضع تھے۔ عفاف و استغناء کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ متواضع ہونے کے ساتھ بہت زیادہ کریم النفس بھی تھے اور ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے۔ میں جب بھی حاضر ہوتا، خوب تواضع کرتے۔ بہت خوش لباس تھے، خوراک کم مگر بہت عمدہ کھاتے تھے۔ گفتگو نرم لہجہ میں کرتے، کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیتے۔ سائل کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراض کا جواب دلیل سے دیتے۔

مولانا عبدالرحمان عتیق نے تین حج کئے۔ پہلا حج ۱۹۸۰ء میں دوسرا حج ۱۹۸۳ء اور تیسری بار ۱۹۹۳ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ۱۹۹۳ء میں آپ اپنی اہلیہ کو بھی

ساتھ لے گئے۔ راقم مقالہ نگار مع اپنی رفیقہ حیات اور خوشدامن کے مولانا مرحوم کے ساتھ تھا۔ میرے علاوہ میرے دوعزیز پروفیسر عبدالحمید نصر مع اپنی اہلیہ، ملک محمد اشرف معہ اپنی اہلیہ، اور میسرز شیخ غلام رسول سیّد رسول وزیرآباد کے پارٹنر شیخ محمد طارق بھی اپنی رفیقۂ حیات شریکِ سفر تھے۔ مولانا عبدالرحمان عتیقؒ ہمارے گروپ لیڈر تھے۔ آپ نے مناسکِ حج کے سلسلہ میں لاہور ائیرپورٹ سے لے کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ہماری مکمل رہنمائی کی۔ اس دوران آپ نے اکثر یہ فرمایا :

"یہاں ہزاروں آدمی ایسے آتے ہیں، جن کو مناسکِ حج کا پتہ نہیں ہوتا۔"

اور یہ بات ہمارے مشاہدہ میں بھی آئی کہ لوگوں کو نہ صرف مناسکِ حج معلوم نہیں، بلکہ خلافِ سنّت بے شمار کام کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ میں میری خوش دامن کا انتقال ہوگیا۔ مولانا عبدالرحمان مرحوم نے میری اہلیہ کو صبر کی تلقین کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بے شمار مثالیں دے کر اس کی ڈھارس بندھاتے رہے۔

مولانا عبدالرحمان عتیق نے جب ۱۹۸۰ء میں پہلا حج کیا تو مسجد کی انتظامیہ سے تنخواہ لینی چھوڑ دی، اور پھر اپنی وفات تک مسجد کی انتظامیہ سے ایک روپیہ بھی وصول نہیں کیا۔

مولانا عبدالرحمان عتیق ۱۹۳۸ء میں ریاست فریدکوٹ کے قصبہ کوٹ کپورہ میں پیدا ہوئے، دس سال کے تھے کہ پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ آپ کے والد حاجی محمد رفیق صاحب نے خانیوال میں سکونت اختیار کی۔ آپ نے جملہ علومِ اسلامیہ کی تعلیم دارالعلوم اوڈانوالہ میں حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کے نام یہ ہیں :

"مولانا محمد صادق خلیل، مولانا عبداللہ مظفر گڑھی، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا ابوالبرکات احمد صاحب، مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی، مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی۔"

۱۹۵۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔

۱۹۶۲ء میں مولانا محمد اسمٰعیل السلفیؒ کی تحریک پر مسجد اہلحدیث حقانیہ وزیرآباد کے خطیب مقرر ہوئے، اور ساری زندگی اسی مسجد سے وابستہ رہے۔

۲، جون ۱۹۹۵ء کو خطبہ جمعہ کے دوران آپ کو دل کا شدید دورہ پڑا۔ ڈاکٹر محمد یوسف فاروق نے طبی امداد فراہم کی، مگر آپ جانبر نہ ہوسکے اور ساڑھے تین بجے کے قریب آپ خالقِ حقیقی

(بقیہ بر صفحہ ۲۲)